روزنامہ **الفضل** ربوہ
فون: ۴۴۹ — ایڈیٹر: نسیم سیفی — رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴
جلد ۷۴/۳۹ | منگل ۱۷ صفر ۱۴۱۰ھ ، ۱۹ تبوک ۱۳۶۸ہش ، ۱۹ ستمبر ۱۹۸۹ء | نمبر ۲۱۲

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سَو فی صدی نماز کا ترجمہ آنا چاہیئے

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ نے فرمایا:

"نمازوں کی طرف مزید گہری توجہ کی ضرورت ہے اور اس سلسلے میں ہر احمدی بچے کو بڑے کو سَو فی صدی نماز کا ترجمہ آنا چاہیئے اس کے آداب آنے چاہئیں۔"

(الفضل ۱۳ ستمبر ۱۹۸۹ء صفحہ ۲)

ارشاداتِ عالیہ سیدنا حضرت اقدس بانئ سلسلہ عالیہ احمدیہ

"ہماری جماعت تو ایمان لاتی ہے مگر اصل میں مدارِ ایمان نشانوں پر ہوتا ہے اگرچہ انسان محسوس نہ کرے مگر اسکے اندر بعض کمزوریاں ضرور ہوتی ہیں اور جبتک وہ کمزوریاں دُور نہ ہوں اعلیٰ مراتبِ ایمان نہیں مل سکتے اور یہ کمزوریاں نشانات ہی کے ذریعہ دُور ہوتی ہیں اور اب خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اپنے نشانوں سے ان کمزوریوں کو دُور کرے اور جماعت اپنے ایمان میں ترقی کرے۔ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ (اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔ ناقل) کا نمونہ دکھائے۔ اللہ تعالےٰ کی نظر سے صادق اور کاذب، خائن اور مظلوم پوشیدہ نہیں ہیں۔ اب ضروری ہے کہ سب گروہ متفق ہوکر میرے استیصال کے درپے ہوں۔ جو کچھ ہو رہا ہے یہ سب خدا تعالیٰ نے چاہا ہے۔ میں نے جو خواب میں دیکھا کہ دریائے نیل کے کنارے پر ہوں اور بعض چلاّئے کہ ہم پکڑے گئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ایسا وقت بھی آوے جب جماعت کو کوئی یاس ہو مگر میں یقین رکھتا ہوں کہ خدا زور آور حملوں سے سچائی ظاہر کر دے گا۔ اس وقت یہ پورا زور لگائیں گے تاکہ قتل کے مقدمہ کی حسرتیں نہ رہ جائیں کہ کیوں چھوٹ گیا۔ یہ لوگ ان باتوں پر یقین نہیں رکھتے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے میں پیش کرتا ہوں مگر وہ دیکھ لیں گے کہ (خارق عادت معجزہ۔ ناقل) کیسے ہوتا ہے۔"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۶۶-۶۷)

"میں تو ہمیشہ دعا کرتا ہوں مگر تم لوگوں کو بھی چاہیئے کہ ہمیشہ دُعامیں لگے رہو۔ نمازیں پڑھو اور توبہ کرتے رہو۔ جب یہ حالت ہو گی تو اللہ تعالیٰ حفاظت کریگا اور اگر سارے گھر میں ایک شخص بھی ایسا ہو گا تو اللہ تعالیٰ اس کے باعث سے دوسروں کی بھی حفاظت کرے گا۔ کوئی بلا اور دُکھ اللہ تعالےٰ کے ارادہ کے سوا نہیں آتا اور وہ اسوقت آتا ہے جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور مخالفت کی جاوے۔ ایسے وقت پر عام ایمان کام نہیں آتا بلکہ خاص ایمان کام آتا ہے۔ جو لوگ عام ایمان رکھتے ہیں وہ ان بلاؤں سے حصّہ لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انکی پرواہ نہیں کرتا۔ مگر جو خاص ایمان رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی طرف رجوع کرتا ہے اور آپ انکی حفاظت فرماتا ہے۔"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۶۷-۶۸)

مندرجہ ذیل احباب نے دُعا کی درخواست کی ہے۔

مکرم عبدالوہاب احمد صاحب مربی سلسلہ (کوئٹہ) کی والدہ محترمہ کا فضل عمر ہسپتال ربوہ میں اپریشن ہوا ہے۔

- محترمہ حمیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ مرزا بشارت احمد صاحب چک جمال ضلع جہلم کو گرنے کی وجہ سے ٹانگ پر زخم آیا ہے۔
- مکرم محمد صادق صاحب ندیم کی بھاوج محترمہ امۃ الحفیظ صاحبہ اہلیہ مکرم محمد شفیع صاحب کا لاہور میں کامیاب اپریشن ہوا ہے۔
- مکرم مرزا محمد حسین صاحب کو شدید کمر درد کی تکلیف ہے اور نیوی ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان سب کو کامل شفا عطا فرمائے۔

مکرم عبدالستار نوری صاحب مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۸۹ء بروز ہفتہ لندن میں وفات پاگئے ہیں آپ عرصہ سے بعارضہ کینسر بیمار تھے۔

آپ ۱۹۴۶ء میں مشرقی افریقہ سے قادیان آئے وہاں تعلیم حاصل کی پھر تقسیم ملک کے بعد چنیوٹ اور ربوہ میں تعلیم مکمل کر کے واپس مشرقی افریقہ تشریف لے گئے۔ وہاں سے ۱۹۶۸ء میں لندن مستقل آ گئے۔ پسماندگان میں آپ کا ایک لڑکا اور دو لڑکیاں ہیں۔ بہت مخلص دوست تھے۔ دعوت الی اللہ کے فدائی تھے۔

احباب سے ان کی بلندی درجات کے لئے دُعا کی درخواست ہے۔

(حمید احمد لائلپوری لندن یو کے)

محترمہ رضیہ درد صاحبہ نے الفضل کی توسیع اشاعت کے لئے یکصد روپیہ بھجوایا ہے۔ اور قارئین سے درخواست کی ہے کہ ان کے شوہر مکرم مسعود احمد صاحب عاطف کی بلندی درجات اور موصوفہ کی جملہ پریشانیوں سے نجات کے لئے دُعا کریں۔

رُوحانی خوبصورتی اور رُوحانی زینت تقویٰ سے ہی پیدا ہوتی ہے

(براہین احمدیہ جلد ۵ صفحہ ۲۱۰)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ
پبلشر: آغا سیف اللہ، پرنٹر: قاضی منیر احمد مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقام اشاعت: دارالنصر غربی ربوہ، قیمت: ایک روپیہ پچاس پیسے

۱۹ تبوک ۱۳۶۸ ہش ۔ ۱۹ ستمبر ۱۹۸۹ء

محنت سے عظمت

یہ بات تو ناقابلِ تردید ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کی استعدادیں الگ الگ ہیں اور اگرچہ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ جو کام ایک شخص کر سکتا ہے وہی کام دوسرا بھی کر سکتا ہے لیکن یہ بات حوصلہ بڑھانے کے لئے ہے۔ کیونکہ اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ کسی کا کام اچھا ہے اور ہم اس کی تعریف کرتے ہیں اور کسی کا کام غیر تسلی بخش ہے اور ہم کہتے ہیں کہ بہتر تھا کہ یہ شخص کوئی اور کام کرتا۔ کوئی اور پیشہ سیکھتا اور شائد اسی کے پیشِ نظر اب اس بات پر زور دیا جانے لگا ہے کہ نوجوانوں کو مشورہ دینے کے لئے کمیٹیاں بننی چاہئیں جو انہیں یہ بتا سکیں کہ وہ کیا کام کریں تو زیادہ بہتر طریق پر کر سکیں گے۔

یہ سب کچھ درست۔ لیکن ایک بات ایسی ہے جس سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ اور وہ یہ ہے کہ ہم اپنی استعدادوں کو بہت کم سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور بہت کم اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ اپنی استعدادوں کے دائرے کو مکمل کریں محنت کریں اور محنت کرتے ہی رہیں۔ جو کام بھی ہم کر رہے ہیں اسمیں بہتر سے بہتر مہارت پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ "محنت میں عظمت ہے" کا یہی مطلب ہے کہ ہم کسی مقام پر ٹھہر نہ جائیں۔ آگے بڑھنے کی کوشش کریں اور آگے بڑھتے ہی رہیں۔ اگر ہم نے کسی وجہ سے ایسا پیشہ بھی اختیار کر لیا ہے جو دراصل ہمارے مزاج کے مطابق نہیں ہے تو پھر بھی دل لگا کر محنت کریں۔ مزاج تو بدلا جا سکتا ہے اور محنت سے کام کا کرنا ہمیں ہر حال میں بہتر سے بہتر بنا دے گا۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ ہم کوشش جاری رکھیں۔ ہم یہ تو نہیں جانتے کہ ہماری استعداد کتنی ہے۔ اور یہ اچھا ہی ہے کہ ہم یہ بات نہیں جانتے۔ کیونکہ اگر ہمیں پتہ چل جائے کہ ہماری استعداد کیا ہے تو ہم ایک مقام پر رک جائیں۔ اور ٹھہر جانے کا جواز نکال لیں گے اور ہماری کوشش کا جذبہ ختم ہو جائے گا۔

جتنا کام ہم کر رہے ہیں اس سے ذرا زیادہ کرنے کی عادت ڈال لیں۔ تو پھر ہم دیکھیں گے کہ روز بروز ہم آگے کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ بہتر بن رہے ہیں۔ استعداد کے دائرے کو ہم پھیلتا ہوا پائیں گے۔ یہ سب کچھ کرنے کیلئے محنت کی ضرورت ہے۔ اور محنت اور پھر محنت۔ یہ کام ہم سب کے کرنے کا ہے اور یہ کام ہم سب کو کرنا چاہیئے۔ اس میں ہماری بہتری ہے اور اسی میں ہمارے معاشرے اور ہماری قوم کی بہتری ہے۔

ہو حرص و ہوا جسکی ہر اِک بات کی بنیاد
جس شخص کا ہر فعل تعصّب سے بھرا ہو
بچ جائے وہ ذلّت سے یہ ممکن ہی نہیں ہے
دیکھا ہے کبھی تم نے وہ عزّت سے مرا ہو

(ابو الاقبال)

اپنی یادوں میں کسی روز بلا لے مجھ کو
اپنی سوچوں کے دریچوں میں سجا لے مجھ کو

میں کہ بے نام ہوں نام اپنے لگا لے مجھ کو
اپنے ہی نام کی پہچان بنا لے مجھ کو

گرچہ اِک جنس ہوں بازار میں سب سے ارزاں
پھر بھی آیا نہیں کوئی جو اُٹھا لے مجھ کو

دمِ بخود ایک بیاباں میں کھڑا ہوں کب سے
کون اس عالمِ حیرت سے نکالے مجھ کو

روشنی تیز ہے آئینے لگے ہیں ہر سُو
کوئی پردا ہو جو مجھ سے بھی چھپا لے مجھ کو

آرزوؤں کے حسیں جال نے جکڑا ہے مجھے
ڈال اِک نظرِ کرم اور چھڑا لے مجھ کو

ظلمتِ ذہن کی تاریکی میں ہوں مَیں اب تک
کوئی آ جائے کسی دن تو اُجالے مجھ کو

آ سکوں گر کبھی دروازے تلک تو شاید
علم کے شہر میں پھر کوئی بسا لے مجھ کو

یُوں تو آفات سے پُر ہے تری دُنیا لیکن
آفتِ نفس سے اے دوست بچا لے مجھ کو

لڑکھڑانے میں نہ الزام مجھے دو یارو!
آج ساقی ہی نہیں ہے جو سنبھالے مجھ کو

میجر (ریٹائرڈ) منظور احمد

مظلوم کے حق میں کوئی آواز کہیں ہے؟
کیوں ان کے لئے تنگ ہوئی اپنی زمیں ہے
مظلومو! دعاؤں کا اثر ہو کے رہے گا
اللہ کے گھر دیر ہے اندھیر نہیں ہے (عبدالکریم قدسی)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ڈاکٹر فہمیدہ منیر

آنسوؤں کا رنگ

میں نے ایک دن ایک کہاوت سُنی ایک چھوٹی سی بات تھی لیکن دل میں گھر کر گئی۔ بات یہ تھی "کہ انسانوں کا رنگ جدا جدا ہو سکتا ہے گورے کالے سرخ و سفید گندمی۔ مگر ہر انسان کے آنسوؤں کا رنگ ایک جیسا ہوتا ہے" یہ بات بالکل ٹھیک ہے کہ ہر انسان کے آنسوؤں کا رنگ ایک جیسا ہوتا ہے۔ خواہ وہ آنسو خوشی کے ہوں یا غم کے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ فلاں انسان اس بات پر خون کے آنسو رویا۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ جب انسان بہت دُکھ اور کرب سے بلبلا بلبلا کر بہت زیادہ روئے تو آنسوؤں کا رنگ بدل جاتا ہے۔ اس میں خون کی آمیزش شامل ہو جاتی ہے۔ اگر ان آنسوؤں کو سفید کاغذ پر گرا کر دیکھا جائے۔ تو یہ ہلکے گلابی رنگ کے ہوتے ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انسان روتا کیوں ہے؟ بچہ جب پیدا ہوتا ہے۔ تو وہ روتا ہے۔ اور یہ رونا اس کی زندگی کی علامتوں میں سے ایک علامت سمجھا جاتا ہے۔ اگر بچہ نہ روئے تو اسے مار کر رُلایا جاتا ہے۔ یہ پہلی بار رونا اس کے سفنج جیسے پھیپھڑوں میں ہوا بھرتا ہے تو بچے کا سانس چلتا ہے۔ اور جانا جاتا ہے کہ بچہ زندہ پیدا ہوا ہے۔ یعنی ایک جگہ تو رونا اتنا اہم ہے (کہ زندگی کا دارومدار اس پہ ہے) ایک بات آپ کو بتاؤں کہ بچہ اپنی پیدائش کے چند یوم بعد تک جب بھی روتا ہے بغیر آنسوؤں کے روتا ہے اسکے آنسوؤں کے غدود شروع زندگی میں کام نہیں کرتے بلکہ چند روز بعد کام کرنا شروع کرتے ہیں۔

زندگی کے عام حالات میں رونے سے منع کیا جاتا ہے۔ اور رونا بزدلی اور عورتوں کا کام جانا جاتا ہے۔ پھر بھی ہر انسان جو زندہ ہے اپنی زندگی میں گاہے بگاہے روتا ہے۔ کوئی ذی بشر ایسا نہ ہو گا جو یہ دعوٰی کرے کہ وہ زندگی میں کبھی نہیں رویا۔ اس رونے اور آنسو بہانے کی وجہ کوئی بھی ہو سکتی ہے۔ ناکامی پر طعنہ سُن کر۔ درد کی شدت سے۔ پیاروں کی وفات پر۔ عزیزوں کی جدائی پر۔ کسی مایوسی پر۔ خوشی کے موقع پر۔ کوئی بڑی خبر سن کر۔ کسی دوست کی بے وفائی پر۔ اولاد کی نافرمانی پر۔ کسی خواہش کے پورا نہ ہونے پر۔ خاوند یا ساس کی غلط ڈانٹ سن کر۔ کسی کی بے غیرتی پر۔ غربت بھوک اور افلاس سے تنگ آکر۔ ماں باپ کی بیماری اور بے کسی دیکھ کر کسی حادثہ سے سہم کر۔ غرضیکہ ہر انسان کے رونے کے سبب جدا جدا ہیں مگر ایک بات اپنی جگہ حقیقت ہے۔ کہ انسان آنسو بہانا نہیں چاہتا۔ انتہائی بے بسی اور بے کسی کے حالات میں آنسو بہاتا ہے۔ لیکن نہایت دُکھ سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ خود آنسوؤں سے بچے رہنے کی خواہش کرنے والا ہر انسان کبھی نہ کبھی نادانستہ یا دانستہ دوسرے انسان کو آنسو بہانے پر مجبور کر دیتا ہے۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ ہر انسان کے آنسوؤں کا رنگ ایک جیسا ہوتا ہے وہ دوسروں کو کبھی طعن سے کام لیکر کبھی غیبت کر کے کبھی چغلی کھا کر۔ کبھی الزام لگا کر۔ کبھی تہمت لگا کر۔ کبھی جھوٹی آزمائش میں ڈال کر۔ آنسو بہانے پر مجبور کرتا ہے۔ اور کئی کمظرف انسان تو دوسروں کو روتا دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ آپ کہیں گے کہ نہیں ہم تو خوش نہیں ہوتے۔ آپ دانستہ خوش نہیں ہوتے۔ نادانستہ خوش ہو رہے ہوتے ہیں۔ یعنی آپ کو پتہ نہیں ہوتا۔ کہ آپ کی کون سی بات کسی شخص کو کتنے آنسو دے گئی۔ مانگنے پر تو چند روپے ادھار بھی آپ کسی کو نہیں دیتے۔ لیکن انجانے میں کئی آنسو اس کے دامن میں ڈال دیتے ہیں۔ کس طرح؟ آئیے میں آپ کو بتاتی ہوں ـــــ ایک عورت کی جوان بیٹیاں ہیں وہ رشتہ کے لئے پریشان ہے۔ آپ پڑوس والے گھر جاتی ہیں اور اس انداز سے بات کرتی ہیں۔ کہ وہ عورت سُن لے اور بات آپ ایسی کرتی ہیں کہ گویا وہ عورت بے وقوف جاہل بے حس وظالم ہے کہ بیٹیوں کی شادی نہیں کرتی۔ کیا بیٹیوں کے رشتے درختوں سے لگے ہیں جہاں سے ہمت کر کے چھلانگ لگا کر۔ وہ توڑ لائے۔ حالانکہ وہ عورت کئی بار اپنی ہمت اور توفیق سے بڑھ کر رشتوں کی آڑ میں آنے والی عورتوں کی مہمان نوازی کر چکی ہو گی۔ لیکن آج آپ کی بات سن کر وہ پھر روئے گی۔ بلکہ اس بار اس کے ساتھ رونے والی اس کی جوان لڑکیاں بھی ہونگی۔ جن کو طیش میں آکر ماں نے بُرا بھلا اور بد قسمت کہا ہوگا۔

کسی گھر میں ساس بہو کی ناچاقی ہو گئی ہے۔ صلح کرانا تو بہت جان جوکھم کا کام ہے۔ مزید آگ لگائی جاتی ہے۔ ساس کو احساس دلایا جاتا ہے۔ تم بوڑھی ہو۔ بزرگ ہو کمزور ہو۔ بہو تمہارا خیال نہیں رکھتی احترام نہیں کرتی۔ اور بہو کو احساس دلایا جاتا ہے۔ کہ تم امید سے ہو۔ اچھا کھایا کرو۔ آرام کیا کرو۔ زیادہ کام نہ کیا کرو۔ ساس کا کیا ہے بوڑھی ہے۔ سٹھیا گئی ہے نندیں کام کریں۔ وہ کس لئے ہیں موٹی تازی ہیں ۹ بجے صبح تک سوتی رہتی ہیں۔ نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ ساس بھی روتی ہے بہو بھی روتی ہے۔ نندیں بھی چڑ چڑ کر کام کرتی ہیں۔ ہر ایک کو رُلایا آپ کی غلط شاباش نے۔ آپ جس کا قصور ہے اس کو منہ پہ پیار محبت سے کہہ سکتی ہیں تو کہیں۔ دلائل سے قائل کریں ورنہ خاموش رہیں۔ اُن کے لئے دعا کریں۔

میں نے دیکھا ہے۔ بعض گھروں میں خاوند یا ساس کے ہاتھوں نہیں بلکہ نندوں اور دیوروں کے ہاتھوں مجبور ہو کر بھابیاں روتی ہیں اور خون کے آنسو روتی ہیں۔ سالن میں مرچ زیادہ ہے پوچھیں گے کس نے پکایا۔ بہن نے پکایا تو خاموش اگر پتہ چلا بھابی نے پکایا ہے تو دستر خوان پر شور مچا دیں گے۔ کس نے پکایا ہے۔ منہ جل گیا۔ پکانا نہیں آتا تو نہ پکایا کریں۔ غرضیکہ اس کو رلا دیا۔ حالانکہ پتہ ہے روز اس نے پکانا ہے۔ اور شروع شروع میں اسی بھابی کا پکا ہوا تعریفیں کر کر کے کھایا یا تو وہ تعریفیں جھوٹی تھیں یا آج غلط کہہ رہے ہوتے ہیں۔ ہاں آج غلط کہہ رہے ہوتے ہیں۔ کیونکہ آج بھابی کو آنسو بہانے پر مجبور کرنا ہے اور خوش ہونا ہے؟ سوچیں کل آپ کی بہن نے بھی کسی کی بھابی بننا ہے۔ وہاں اس سے یہ سلوک ہو تو پھر کیا کریں گے آپ کیا اسے گھر بٹھا لیں گے؟ اگر بھابی اپنے کمرہ میں ہے باہر نکل نہیں رہی تو دروازوں کے آگے سے فقرے کستے ہوئے گذرنا۔ تاکہ وہ رو ہی دے تب ہماری جیت ہے۔

پھر ناجائز گلے شکوے کرنا۔ اور دوسروں کو رونے پر مجبور کرنا۔ یہ سب انتہائی بزدلانہ باتیں ہیں۔ میں آپ کو ایک اچھی بات بتانے لگی ہوں جو شروع میں آپ کو بہت عجیب لگے گی۔ لیکن جب میں تشریح کروں گی تو شائد آپ سمجھ جائیں۔ وہ بات یہ ہے۔ کہ آپ آج کے پُر آشوب زمانہ میں دوسروں کو رلانے کی بجائے خود رونا سیکھیں۔ ہے نا عجیب بات رونے سے منع کرتے ہیں رونا بُرا سمجھا جاتا ہے۔ پھر میں یہ آپ کو کیوں کہہ رہی ہوں۔ کہ خود رونا سیکھیں بلکہ یہ کہوں گی اتنا روئیں۔ اتنا روئیں۔ کہ روتے روتے آپ کے آنسوؤں کا رنگ گلابی ہو جائے۔ میں آپ کو بتاتی ہوں کہ جب میں نے آپ کو کہا ہے کہ آپ روئیں رونا سیکھیں تو آپ کو رونا مشکل لگے گا۔ آپ پوچھیں گی ہم کیوں روئیں کیسے روئیں کس بات پر روئیں؟ اتنا روئیں کہ آنسوؤں کا رنگ گلابی ہو جائے؟؟ ہاں ہاں آپ رونا سیکھیں۔ بہت روئیں۔ کرب سے۔ بلبلا بلبلا کر۔ دکھ سے روئیں۔ اپنے گناہوں کو سامنے رکھ کر۔ اپنے رب سے ان کی معافی کے حصول کے لئے سجدوں میں اپنے خدا کے حضور روئیں رونا سیکھیں۔ اس ایک آنسو کے بدلے دس آنسو بہائیں جو آپ کی بات سن کر کسی نے بہایا۔ اپنی بریت کے لئے روئیں ــ دینِ حق کی خاطر زندہ رہنے کی دعا کریں اور روئیں۔ یہ خواہش کر کے روئیں کہ اب کسی کو آئندہ اپنی بات سے دکھ نہ دیں گے ـــ دامن پھیلا کر روئیں کہ آپ کا اور میرا خدا ہمیں اپنے بچوں کی نیک تربیت کرنے کی توفیق دے۔ ہمیں توفیق دے کہ ہم آنسو پونچھنے والے بنیں ہم وہ نہ بنیں کہ جہاں سے گذریں وہاں کے مکینوں کو آنسو دے جائیں۔ وہ آنسو وہ انمول موتی خریدیں جو اپنے گناہوں کی معافی کے لئے بہیں جو دینِ حق کی خدمت کی چاہت میں بہیں۔ یہ وہ آنسو ہیں جن کا رنگ کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ جو زمین پر گرتے ہیں لیکن ربّ کریم کے فرشتے وہاں سے یہ آنسو اٹھا کر آسمانوں پر اپنے رب کے حضور نذرانے کے طور پر لے جاتے ہیں۔ رونا ہے تو یہ انمول آنسو روئیں۔ چھپ کر روئیں۔ خدا کے حضور روئیں۔ یقین کریں آپ کے ان آنسوؤں کا رنگ سب سے جدا ہو گا۔ یہ وہ آنسو ہوں گے جنہیں بہا کر آپ کا دل مسرور ہو جائے گا۔ آپ کی روح مطمئن ہو جائے گی ـــ آپ کا جسم ہلکا ہو جائے گا۔ آپ کی پیشانی پر نور کی کرنیں ہوں گی۔ خدا سے

باقی صفحہ نمبر ۴ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

شذرات

نون ۔ سین

جسے اللہ رکھے....

"جسے اللہ رکھے...." کے عنوان پر بات شروع کی جائے تو واقعے پر واقعہ سامنے آنے لگتا ہے کہ کس طرح انتہائی مشکل بلکہ ناممکن حالات میں سے گذر کر کوئی شخص موت کے منہ سے بچا رہا ۔ ایسے حادثات کی ایک فہرست سامنے آنے لگتی ہے کہ بڑے بوڑھے تو ختم ہو گئے اور ایک معصوم سا بچہ بچ رہا ۔ حال ہی میں ایک واقعہ میامی امریکہ میں پیش آیا ۔ ایک میاں بیوی ۶۶ دن تک سمندر میں ایک چھوٹی سی لائف رافٹ پر ادھر ادھر تھپیڑے کھاتے رہے اور آخر کار "کوسٹاریکا" کے کوسٹ گارڈز نے انہیں اس حال میں بچا لیا کہ دھوپ سے انکے جسم سیاہ ہو چکے تھے اور ان کا وزن بیس بیس کلو گرام کم ہو چکا تھا ۔ جون میں انہوں نے ایک تقریباً بارہ گز لمبی کشتی تیار کی اور یہ فیصلہ کیا کہ وہ بحرالکاہل عبور کریں گے ۔ یہ کشتی پچاس سال پرانی تھی اور اسے انہوں نے خود ٹھیک ٹھاک کر کے سمندری سفر کے لئے تیار کیا تھا ۔

اس کا نام تھا سبونی (SIBONEY) جب وہ سفر پہ روانہ ہوئے تو ان کا خیال تھا کہ وہ کوسٹاریکا کے ساحل کے ساتھ ساتھ سفر کریں گے لیکن بعد میں انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ مغربی جانب "ہوائی" کی طرف سے ہو کر وہ جاپان کے شہر ہیروشیما پہنچیں گے ۔ ۳۰ دن تک وہ پانامہ نہر میں سفر کرتے رہے اب جب کہ ۶۶ دن کے بعد وہ ساحل پر آئے ہیں تو انہوں نے (خاص طور پر خاتون نے) کہا کہ ہماری یہ سکیم بالکل پاگلوں جیسی تھی ۔ میرے خاوند نے وہ کہنے لگی یہ کشتی بنائی تھی جبکہ میں اپنے بچوں کے ساتھ اپنے گھر پر تھی اور ان دنوں فرانس سے میری والدہ اور میری بہن ہمیں ملنے کے لئے آئی ہوئی تھیں ۔ میرا اپنا احساس تو غیر محفوظ ہونے کا تھا ۔ اور میری والدہ اور میرے بچے بھی یہی خیال کرتے تھے لیکن بہرحال ہم اس سفر پر روانہ ہو گئے ۔ ۲۱ دن تک ہم سمندر میں سفر کرتے رہے اسکے بعد وہ واقعہ پیش آیا جسکی تفصیل سن کر یہ کہنا پڑتا ہے کہ جسے "اللہ رکھے اسے کون چکھے"۔

وہ کہتی ہیں کہ "ہمیں یک دم ایسا محسوس ہوا کہ کوئی بڑی تیزی سے سانس لے رہا ہے یا یوں کہئے کہ ایک ریل گاڑی ہمارے پاس سے گذر رہی ہے"۔ انہوں نے اپنے کمرے میں سے جھانک کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ وھیل مچھلیوں نے انکی کشتی کو گھیرے میں لے رکھا ہے "شروع شروع میں تو ہمیں اس سے کوئی پریشانی نہ ہوئی لیکن جب بڑی مچھلیاں اپنے بچوں کو بچانے کے لئے آگے بڑھیں تو ہم نے ڈر کے مارے اپنی کشتی کی بتیاں بجھا دیں تاکہ وہ خوف زدہ ہو کر چلی جائیں۔ اب ان کا خیال ہے کہ ایسا کرنا ان کے لئے کسی طرح بھی مفید نہیں تھا۔ وھیل مچھلیاں اچانک غصے میں بھر گئیں اور خاتون کہتی ہیں کہ "میں اپنے کمرے میں تھی جب مجھے یوں محسوس ہوا کہ کشتی کو تین زبردست تھپیڑے لگے ہیں ۔ میں اس گھبراہٹ میں جلدی سے عرشے پر آگئی اور وہاں آکر میں نے دیکھا کہ ایک مچھلی بڑے زور زور سے ہماری کشتی کے ساتھ ٹکریں مار رہی ہے اس کے نتیجے میں ۱۵ منٹ کے اندر اندر ہماری کشتی ڈوب گئی ۔ کشتی کے ڈوبتے ڈوبتے ہم نے کچھ خورد و نوش کا سامان اپنی چھوٹی جان بچانے والی کشتی میں رکھا اور اس کے ساتھ ہی وہ مشین بھی جس سے سمندر کے پانی میں سے نمک نکال کر اس پانی کو پینے کے قابل بنایا جاتا ہے اور مچھلیاں پکڑنے کا سامان بھی اور ایک چھوٹی سی ٹول کٹ جس میں ایسے اوزار تھے کہ اگر اس چھوٹی کشتی کو کوئی نقصان پہنچے تو اسے ٹھیک کیا جا سکے ۔ کچھ ڈبوں میں بھری ہوئی خوراک اور کچھ پانی کی بوتلیں اپنے ساتھ لے لیں ۔"۔ جب ان کی یہ چھوٹی کشتی ادھر ادھر تھپیڑے کھا رہی تھی ۔ تو انہوں نے خالی بوتلوں میں پیغام لکھ کر سمندر میں پھینکا کہ شائد ان میں سے کوئی بوتل کسی کے ہاتھ لگ جائے اور وہ انہیں بچانے کے لئے اپنی سی کوشش کر دیکھے ۔ انہوں نے دور افق پر کئی جہاز دیکھے لیکن ان جہازوں کو انکی ننھی منھی کشتی نظر نہ آسکی ۔ "آخری تین ہفتے جو ہم نے سمندر میں گذارے وہ نہایت خطرناک اور تکلیف دہ تھے"۔ انکا سامانِ خورد و نوش ختم ہو رہا تھا بلکہ ختم ہو ہی گیا تھا ۔ اور وہ مچھلیاں پکڑ کر اور پانی کو صاف کر کے اس پر گذارہ کر رہے تھے ۔ ان حالات میں ان دونوں میاں بیوی کا کہنا ہے کہ "ہمارے لئے صرف ایک ہی بات رہ گئی تھی ۔ اور وہ تھی خدا سے دعا کرنا کہ وہ ہمیں کسی نہ کسی طرح بچا لے۔ ہم یقین سے پُر تھے کہ ہماری دعا سنی جائے گی اور خدا تعالیٰ اپنی قدرت سے ہمارے بچانے کا سامان کرے گا ۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ جب شارک ڈالفن اور دوسرے سمندری دیو ہیکل جانور ہماری اس ننھی منھی کشتی کو گھیر کر کھڑے ہو گئے ۔ مچھلیاں ایک دوسرے کو کھانے لگیں حتیٰ کہ تھوڑی دیر بعد ہم نے دیکھا کہ پانی کی سطح پر خون ہی خون تھا ۔ اور ہماری کشتی ڈول رہی تھی ۔ ایک شارک کے پَر نے ہماری کشتی میں سوراخ کر دیا ۔ جسے میں نے اپنے کشیدہ کاری کی سوئی سے ٹھیک کرنے کی کوشش کی لیکن چونکہ کشتی پوری طرح ٹھیک نہ کی جا سکی تھی اس کے ڈوبنے کے آثار پیدا ہونے لگے ۔ بہرحال تیز ہواؤں نے ہماری اس چھوٹی سی کشتی کو ساحل کی طرف دھکیلنا شروع کر دیا ۔ اور ۱۹ اگست کو کاسٹاریکا کے ساحلی محافظوں نے ہمیں دیکھ کر ساحل پر اتار لیا ۔"

ساحل پر آنے کے بعد ۶ دن تک انہیں ہسپتال میں رہنا پڑا اور اسکے بعد وہ واپس اپنے شہر میامی پہنچے ۔ اسے کہتے ہیں "جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے"۔ ہمیں یقین ہے کہ یہ واقعہ سن کر ہمارے قارئین کے ذہن میں کئی ایسے واقعے آگئے ہونگے جن کا عنوان "جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے" ہی ہو سکتا ہے ۔ کیا ایسا کوئی دلچسپ واقعہ آپ ہمارے قارئین کو سنانا چاہیں گے ؟

کسی کی بدی مت چاہو کہ
اعلیٰ تہذیب یہی ہے ۔ (کشف الغطاء)

بقیہ : آنسوؤں کا رنگ

دعا کرتی ہوں کہ ہم سب کو یہ آنسو نصیب ہو جائیں ۔ جو خدا کے پیار کے جذب کو کھینچیں ۔ جو دنیا میں ایک انقلاب برپا کر دیں ۔ آپ نے دنیا میں ایسے انسان بھی دیکھے ہوں گے جو کسی کی آنکھ میں ایک آنسو نہیں دیکھ سکتے ۔ دیکھے ہیں نا ؟ ۔ اور یہ بھی سنا ہے کہ خدا کی ہر ہر صفت کا پرتو کسی نہ کسی انسان میں کسی نہ کسی قدر موجود ہے ۔ تو سوچیں جب ہم اس رحیم و کریم اور غفور اور رحمٰن خدا کے سامنے آنسو بہائیں گے ۔ تو وہ کس طرح ہماری آنکھوں میں آنسو دیکھ سکے گا اس کا فضل دوڑ کر ہماری مدد کو آئے گا ۔ وہ ہمارا پیارا خدا ہے ۔ وہ ہمارا سہارا خدا ہے ۔ وہ خود ہمارے آنسو پونچھے گا اور ہمیں کامیاب و کامران کر دے گا ۔

ہمارے ان آنسوؤں کا رنگ نئی پھوٹنے والی صبح کا ہمرنگ ہوگا ۔ یہ ایک ایک آنسو ان لاکھوں جگمگاتے ہیروں والے زیوروں سے زیادہ قیمتی اور خوش رنگ ہوگا ۔

آئیے ہم یہ کہاوت غلط کر دیں اور ثابت کر دیں کہ خدا کے حضور سجدوں میں بہنے والا آنسو ایک اپنا الگ رنگ رکھتا ہے ۔ الگ قیمت رکھتا ہے ۔ الگ نور رکھتا ہے ۔ الگ اہمیت رکھتا ہے ۔ وہ دوسرے انسانوں کے آنسوؤں کا ہمرنگ نہیں ہے ۔ وہ خدا کے نور سے رنگین اور چمکدار ہے ایک آب رکھتا ہے ۔ زمین پر گر کر آسمانوں تک جانے کی طاقت رکھتا ہے ۔

خدا کرے میری یہ بات کسی دل میں گھر کر جائے اور اس کی آنکھ کو یہ آبدار بہ جداگانہ رنگ رکھنے والا آنسو عطا کر جائے اور خدا کے حضور اس صدی کا آج کے بعد گرنے والا یہ قیمتی آنسو ہمارا آنسو ہو ۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

محمد اشرف ناصر ۔ مربی سلسلہ
کراچی

سگریٹ نوشی کے بد اثرات

ایک سگریٹ نوش سے پوچھا گیا تم نے سگریٹ نوشی کی ابتدا کیوں کی؟ جواب ملا " میں گھر میں چھوٹا تھا۔ گھر کے افراد مجھے بڑا ہو جانے پر بھی بڑا تسلیم نہیں کرتے تھے اس لئے میں نے سگریٹ پینے شروع کر دیئے تاکہ بڑا اور اہم نظر آؤں مگر اب میں یہ لت چھوڑنا چاہتا ہوں"۔

" اب چھوڑنے کی وجہ بھی بتا دیں"۔ اس سے سوال کیا گیا۔ " سگریٹ کی مسلسل عادت کے باعث میں عمر سے بڑا لگنے لگا ہوں میری عمر کے لوگ جو سگریٹ نوش نہیں ہیں مجھے بڑے بھائی کہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔ اس لئے اب میں چھوٹا نظر آنے کے لئے سگریٹ چھوڑ رہا ہوں"۔

دینِ حق عین دینِ فطرت ہے۔ اس کے احکام انسانی فلاح و بھلائی کے ضامن ہیں۔ خالقِ کائنات نے ہر ایسی مضرت رساں چیز سے جملہ انسانوں کو خاص طور پر ایمان رکھنے والوں کو بچنے کے لئے ایسے احکام دیئے جو صحت جسمانی اور صحتِ روحانی کو متاثر کریں۔ اور حکم ایسا جامع و مانع دیا جو ہر قسم کے نشہ پر لاگو ہو سکتا ہے۔ کوئی ایسی چیز استعمال نہ کی جائے جو غافل کر دے جو ایمانداروں کی جو کسی کو متاثر کرے جو عبادت میں توجہ مرکوز کرنے میں مانع ہو۔ اس حکم کو سامنے رکھ کر کسی بھی نشہ آور چیز کو پرکھ لیں۔ خواہ وہ زمانۂ قدیم میں استعمال کی جاتی تھی جیسے شراب یا زمانۂ حال میں استعمال کی جاتی ہے جیسے افیون۔ بھنگ۔ چرس۔ ہیروئن اور اسی قبیل کی مکروہ چیزیں۔ تمباکو نوشی بھی نشہ آور اثرات پیدا کرتی ہے۔ وہ حقہ کی صورت میں ہو یا سگریٹ اور پائپ کی صورت میں پی جائے انسانی صحت کے لئے مضرت رساں ہے۔ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سگریٹ کا وجود نہیں تھا مگر مندرجہ بالا حکم جو قرآنِ پاک کے توسط سے ملا اور اس پر حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کیا اور عمل کروایا۔ اپنی ہر قسم کی وضاحت و توجیہہ کے ساتھ نہیں بھی سگریٹ نوشی کا ذرہ بھر جواز نہیں دیتا قرآنِ پاک نے دعا سکھائی کہ خدا تعالیٰ سے طیب رزق مانگیں۔ طیب اور حلال میں واضح فرق ظاہر و باہر ہے۔ سگریٹ نوشی حرام کے زمرے میں شامل نہیں مگر طیب نہیں ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو طرز معاشرت پسند فرمائی ہے وہ عافیت و امن کا ایسا حصار ہے جس میں سکون ہی سکون ہے اور اس کے باہر عافیت نہیں ہے۔ جہاں عافیت نہیں ہوتی وہاں دکھ ہوتا ہے۔ بدی اور بدصورتی ہوتی ہے۔ کراہت ہوتی ہے اور یہ سب کچھ ناپسندیدہ طرز معاشرت ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ سگریٹ ایسا نشہ نہیں ہے جو عبادات سے غافل کر دے۔ یہ خام خیالی ہے۔ ہر وہ چیز جس کی طلب بے چین کر دے اور اس کے استعمال کے بغیر چارہ نہ رہے نشہ آور ہو جاتی ہے۔ اور نشہ پورا کرنے کا جنون عبادات سے ضرور غافل کر دیتا ہے۔ دینِ حق نے جو احکامات سالہا سال قبل دیئے تھے ان پر جدید تحقیقات صاد کہہ رہی ہیں مگر بے بسی کا عالم یہ ہے کہ حشر سامانیوں کا علم ہو جانے کے باوجود ان سے چھٹکارا نہیں پایا جا سکتا۔ قانون یہ ہے کہ سگریٹ پر لکھ دیا جائے کہ یہ زہر ہے مگر اس زہر خورانی سے کوئی قانون بچا نہیں سکتا۔ ربِ کائنات نے کائنات میں موجود ہر خوبی سچا ایمان لانے والوں کی قسمت میں لکھ دی اور ہر خامی سے ہوشیار رہنے اور بچنے کے سبق سکھا دیئے۔ رہنما اصول مہیا کر دیئے ہیں۔ ان سے انحراف کی کوئی شکل بھی خیر کی طرف رہنمائی نہیں کرے گی اس لئے جہاں انحراف کا شائبہ بھی ہو اس سے اسی اطاعت کے جذبے سے بچنا چاہیئے جس کا نمونہ شراب کی حرمت کا اولین حکم آنے پر اہلِ مدینہ نے دکھایا۔ روایت ہے کہ کچھ لوگ مل کر جام پر جام لنڈھا رہے تھے مرغوب شراب کے مٹکے سامنے رکھے تھے برسوں کے عادی تھے۔ کان میں آواز آئی جس سے اندازہ ہوا کہ شاید شراب کی حرمت کا اعلان ہو رہا ہے۔ ایک نے کہا جاؤ سن کر آؤ شاید شراب حرام قرار دے دی گئی ہے دوسرے نے کہا۔ پہلے یہ مٹکے توڑ دو اگر واقعی یہی حکم ہے تو ہمیں اطاعت کرنے والوں میں سب سے پہلی صف میں ہونا چاہیئے۔

قارئین کرام نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے محبت اور بدبو سے نفرت کے کئی واقعات سنے ہوں گے لہسن مولی پیاز کھا کر مسجد میں آتے سے اس لئے منع فرما دیا تھا کہ منہ سے بدبو آتی ہے۔ سگریٹ نوشی سے بھی منہ سے بو آتی ہے اگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم لہسن پیاز کھا کر آنے والوں کا مسجد میں آنا ناپسند فرماتے تھے تو ان کے زمانہ میں اگر سگریٹ کا رواج ہوتا اور کوئی سگریٹ نوشی ہوتا تو اسے مساجد میں جانے سے محروم رہنا پڑتا۔

تمباکو نوشی کوئی زمانۂ حاضر کی لعنت نہیں۔ اس کا رواج چار سو سال سے زائد عرصے سے ہے اور دنیا کے ہر خطے میں کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے۔ تمباکو نوشی کا رواج پرانا ہے مگر سگریٹ کے دھوئیں کا مسئلہ بیسویں صدی کا خاص مسئلہ ہے۔ صنعتی ملکوں میں قابلِ تدارک بیماریوں کی اولین وجہ یہی بدبخت دھواں ہے صرف امریکہ میں اس دھوئیں سے پیدا شدہ بیماریوں کے علاج پر سالانہ ساٹھ بلین ڈالر خرچ ہو جاتے ہیں سگریٹ کے دھوئیں میں تقریباً چار ہزار قسم کے substances ہوتے ہیں۔ یہ دھواں تمباکو کے پتوں کے نامکمل طور پر جلنے سے بنتا ہے۔ یہ گیس اور بخارات پر مشتمل ہوتا ہے دھوئیں کی ماہیت مختلف وجوہات سے بنتی ہے مثلاً تمباکو کی قسم، جلنے کا درجہ حرارت، سگریٹ کی لمبائی کاغذ کی قسم اور فلٹر وغیرہ۔ ایک جلتی ہوئی سگریٹ کا درجہ حرارت ہونٹوں کی طرف والے سرے پر ۳۰ درجے سینٹی گریڈ ہوتا ہے جبکہ شعلے والے سرے پر ۹۰۰ درجے سینٹی گریڈ تک ہو سکتا ہے۔ اس میں ۹۲ سے ۹۵ فیصد گیس ہوتی ہے جس میں نائٹروجن آکسیجن اور کاربن ڈائی آکسائیڈ موجود ہوتی ہے ایک ملی لٹر دھوئیں میں ۳ء۵ سے لیکر ۳۲ء۳ بلین ذرات ہوتے ہیں۔ نکوٹین جو کہ تمباکو کا ایک خصوصی جزو ہے تباہ کن حد تک زہریلے اثرات کا حامل ہوتا ہے۔ اس کا زہر جسم کے مختلف نظاموں پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اس سے کاربن مونو آکسائیڈ بنتی ہے جو ضرر رساں اثرات کے لحاظ سے بہت زود اثر ہے۔

سگریٹ نوش عام طور پر روزانہ سگریٹوں کی تعداد میں اضافہ کرتے رہتے ہیں۔ کیونکہ زندگی کے نشیب و فراز سے فرار کی یہی صورت ممکن رہتی ہے۔ قیدِ حیات اور بندِ غم کے متوازن چلنے سے بے سکونی کی مسلسل کیفیت انہیں مزید سگریٹ پینے پر اکساتی ہے تلخ کام و دہن مزید تلخیوں کو دعوت دیتے ہیں اور سگریٹ کے ساتھ چائے اور کافی کیفیت سرور کو دو آتشہ کرنے کے لئے آ موجود ہوتی ہیں۔ زیرِ بار اعصاب پر اس اضافی بوجھ سے یہ بلا نوش حضرات وزن میں کمی اور بلڈ پریشر کے اضافے کا شکار ہونے لگتے ہیں۔ ان کے دل کی رفتار تیز تر مگر صلاحیت کار کم تر ہونے لگتی ہے۔

نظام دورانِ خون (کارڈیو ویسکولر) بیماریوں کی ایسی وجوہات میں سے جن کو روکا جا سکتا ہے سب سے بڑی وجہ سگریٹ نوشی ہے۔ سگریٹ نوشی میں دل کی بیماریوں کے امکانات غیر سگریٹ نوشوں کی نسبت ساٹھ سے ستر فیصد زیادہ ہیں۔ ان حضرات کو اگر دل کا دورہ پڑے تو اس کی نوعیت زیادہ خطرناک قسم کی ہوتی ہے۔ اس لئے زیادہ مہلک ہوتا ہے۔ خون کی نالیاں تیلی ہو جاتی ہیں جس کے نتیجے میں فالج کا حملہ ہو سکتا ہے۔

دھوئیں میں موجود مضر اثرات سے پھیپھڑوں کا کینسر ہو سکتا ہے ایسے سگریٹ نوش جو دن میں ایک پیکٹ سگریٹ پیتے ہیں ان کے پھیپھڑ دل کے کینسر کے امکانات اگر دس فیصد ہوں تو دو پیکٹ پینے والوں کے پچیس فیصد ہوتے ہیں۔ منہ کے اندر، گردوں معدہ اور لبلبہ کے کینسر کا تعلق بھی سگریٹ سے ہے۔

سگریٹ کا دھواں نظامِ تنفس پر بھی مضر اثر ڈالتا ہے۔ پھیپھڑوں میں ہوا کی حرکت میں رکاوٹ ہوتی ہے جس سے کھانسی بلغم اور تھوڑی سی مشقت سے سانس پھولنے جیسے عارضے لاحق ہو جاتے ہیں۔

نظامِ ہضم میں معدے اور آنتوں کے السر کا باعث بنتا ہے جب معدہ ٹھیک کام نہیں کر سکتا تو صحت بری

طرح متاثر ہوتی ہے۔

سگریٹ کا دھواں صرف سگریٹ نوشوں کے لئے ہی تباہ کن نہیں ہوتا بلکہ ہوا میں تیرتے ہوئے اس کے مرغولے دوسروں کو بھی لے ڈوبتے ہیں۔ کیونکہ دھوئیں میں مضرت بخش اجزا، اس دھوئیں میں نسبتاً زیادہ ہوتے ہیں جو آس پاس بیٹھنے والوں تک پہنچتا ہے۔ ارد گرد چونکہ ہوا زیادہ ہوتی ہے اس لئے کچھ بچاؤ ہو جاتا ہے۔ ایک گھرانے میں ایک سگریٹ نوش سب گھرانے کی صحت کو داؤ پر لگا کر اپنی لذت حاصل کرتا ہے۔ خاص طور پر معصوم ننھے بچے جو اسی فضا میں سانس لینے پر مجبور ہوتے ہیں اپنے سانس میں زہر اتارتے رہتے ہیں۔ جوان کے پھیپھڑوں، سانس کی نالی اور معدے کے لئے برے اثرات رکھتا ہے۔

لطف کی بات یہ ہے کہ سگریٹ پینے والے اُن کے مضر اثرات سے ان لوگوں سے زیادہ واقف ہوتے ہیں جو نہیں پیتے کیونکہ وہ لمحہ لمحہ تجربہ کرتے رہتے ہوتے ہیں مگر مجبور ہوتے ہیں۔

؎ چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی

عام طور پر نفسیاتی الجھنوں کے شکار سگریٹ کے دامن میں پناہ لیتے ہیں۔ ہمارے ملک میں جب نفسیاتی دباؤ میں شدید ناقابل برداشت اضافہ ہوا تو مجبوروں نے ہیروئن تک نوش کر ڈالی۔ مضبوط قوت ارادی وہ واحد علاج ہے جو اس موذی بیماری سے چھٹکارا دلا سکتی ہے۔ ترقی یافتہ ممالک میں فلمیں لٹریچر اور نفسیاتی علاج کے طریقوں سے سگریٹ سے تائب کرنے کی مہمیں چلائی جاتی ہیں۔ اکثر ممالک میں ٹی۔وی اور سنیما گھروں میں سگریٹ کے اشتہار ممنوع ہیں کیونکہ اشتہار اتنے لذیذ بنائے جاتے ہیں جن سے خواہ مخواہ رغبت پیدا ہوتی ہے۔ ہمارے ملک میں ٹی۔وی پر دلیری اور جی داری کے کام کے ساتھ سگریٹ منسلک کر دی گئی ہے ملک میں سگریٹ نوشی کے عام ہونے کے ذمہ دار ذرائع ابلاغ اور ان کے کرتا دھرتا بھی ہیں۔ یہ عجیب ستم ظریفی ہے کہ صحت کو تباہ کرنے والی ہر چیز آسانی سے دستیاب ہے اور صحت بنانے کا کوئی منصوبہ عمل میں نہیں آتا۔ معاشرہ میں ایسی کئی خامیاں ہیں جنہیں ہم آپ مل کر مضبوط قوت ارادی سے دور کر سکتے ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میجر (ریٹائرڈ) سید محمود احمد شاہ
کراچی

پروفیسر ایم اے غنی

ایم اے غنی ایم اے اسلامیہ کالج لاہور میں شعبہ انگریزی کے سربراہ تھے اور اسلامیہ کالج کے پرنسپل بھی ہو گئے۔

گورنمنٹ ہائی سکول حصار سے میٹرک کا امتحان منعقدہ مارچ ۱۹۲۷ء میں پاس کر کے میں انجمن حمایت اسلام کے اسلامیہ کالج لاہور میں داخل ہوا۔ کالج کی وسیع و عریض عمارت برانڈرتھ روڈ اور پھر ریلوے روڈ کے درمیان واقع ہے۔ داخلہ کے ایام ختم ہونے کے بعد سب سے پہلی کلاس انگلش کی لگی تو ہمیں وائس پرنسپل اور سینئر انگلش پروفیسر ایم اے غنی نے خطاب کیا انہوں نے انگلش میں فرمایا:۔

THOUGHTS TAKE THE SHAPE OF ACTIONS ACTIONS TAKE THE SHAPE OF HABITS, HABITS TAKE THE SHAPE OF CHARACTER, AND CHARACTER TAKES THE SHAPE OF DESTINY! SO, KEEP YOUR THOUGHTS PURE!

خیالات شکل اختیار کر لیتے ہیں اعمال کی۔ اعمال شکل اختیار کر لیتے ہیں عادات کی۔ عادات شکل اختیار کر لیتے ہیں کریکٹر کی۔ اور کریکٹر شکل اختیار کر لیتا ہے تقدیر کی۔ پس تم اپنے خیالات کو پاکیزہ اور خالص رکھا کرو۔

دوسری بات پروفیسر ایم اے غنی صاحب نے یہ کہی کہ تمہاری میز پر آج سے دو انگلش ڈکشنریاں موجود ہونی چاہئیں:۔

اوّل:۔ آکسفورڈ کنسائز انگلش ڈکشنری
دوم: ٹوئنٹیتھ سنچری انگلش ڈکشنری

ہر نئے انگلش لفظ کو ڈکشنری میں تلاش کر کے اس کے معانی پڑھو اور سمجھو۔ اور ڈکشنری کے استعمال کی عادت ڈالو۔ اور چونکہ دور دور سے اپنے گھروں سے لاہور میں پڑھنے آئے ہو تو ایسے پڑھو جیسے پڑھنے اور سیکھنے کا حق ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں علامہ اقبال کا یہ شعر انہوں نے پڑھا ہے

اس چمن میں پیرو بلبل ہو یا تلمیذ گل!!
یا سراسر نالہ بن جا، یا نوا پیدا نہ کر!!!
(شمع اور شاعر۔ بانگ درا)

پروفیسر ایم اے غنی سادات سے تھے مگر اپنے نام کے ساتھ سادات کو استعمال نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی اسلامیہ کالج لاہور کے لئے وقف کر دی تھی۔ درمیانے قد کے قدرے بھاری جسم کے آدمی تھے۔ بڑی بڑی مونچھیں رکھتے تھے۔ گالوں پر لمبی لمبی شکسپیرئن قلمیں رکھتے تھے۔ سوٹ اور ٹائی ہمیشہ پہنتے تھے۔ عینک لگاتے تھے، سر پر ترکی ٹوپی اوڑھتے تھے۔ تین سال بعد بالوں والی لاہوری ٹوپی علامہ اقبال کی طرح بدل لی تھی۔ علامہ اقبال نے یہ بھی لکھا ہے کہ ہو گئی رسوا زمانہ میں کلاہِ لالہ رنگ! اور انگریزوں نے تو برٹش انڈیا میں اپنے ٹینس کورٹس پر خاکروبوں کے ملازم لڑکوں کو کورٹس سے باہر گیند (بال) چلے جانے پر اٹھا کر لانے والوں کی کرتہ پاجامہ یونیفارم کے ساتھ سر پر گھٹیا قسم کی ترکی ٹوپی کو یونیفارم بنا دیا تھا۔ یہ سماں دیکھ کر بہت دل دکھتا تھا۔ پروفیسر ایم اے غنی کے ہاتھ میں بید یعنی سوٹی گول ہینڈل والی استعمال کرتے تھے۔ کالج سے اپنے مکان لاہور شہر کو ہمیشہ پیدل جاتے تھے۔ اور پیدل ہی آتے تھے۔ وہ ڈسپلن کے بڑے پابند تھے۔ ہزاروں شاگردوں کو پڑھا پڑھا کر پاس کرا کر رخصت کیا۔ مگر کسی ایک کو بھی ذاتی طور پر نہ جانتے تھے۔ نہ ہی جاننا چاہتے تھے کسی کی رو رعایت نہ کرتے تھے۔

بی اے کی کلاسوں کو جب شیکسپیئر کے ڈرامے پڑھاتے تو بے حد دلچسپی پیدا کر دیتے۔ شیکسپیئر کے متوالے تھے۔ بعض جملوں پر مختلف نقادوں کے نئے نئے معانی سناتے اور اکثر یہ ظاہر ان کی تحریروں سے کرتے کہ گویا شیکسپیئر بڑے غضب کا ایکٹر تھا۔ لیکن حالیہ بعض لکھنے والوں کے مضامین پڑھنے سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیکسپیئر بذاتِ خود بحیثیت ایکٹر بالکل ناکام تھا! ہاں ہر ایکٹر کی ڈائیلاگ لکھنے میں غضب کا لکھنے والا تھا۔ اور اس سے بڑھ کر کوئی نہیں ہو سکتا۔

پروفیسر ایم اے غنی پنجاب یونیورسٹی کے فیلو بھی تھے۔ مگر سننے میں یہی آتا تھا کہ وہ میٹنگ میں موجود تو ہوتے تھے مگر کچھ دلچسپی نہ لیتے تھے۔ لیکن ایک مرتبہ کسی نے یہ تجویز پیش کر دی کہ بی اے کلاس میں شیکسپیئر کے دو ڈرامے ایک ٹریجڈی اور دوسرا کامیڈی پڑھائے جاتے ہیں تو کیوں نہ دو کی بجائے صرف ایک رکھ دیا جائے۔ یہ تجویز پروفیسر صاحب کو کب راس آسکتی تھی۔ چنانچہ وہ فوراً چونکے اور تقریر کر کے دونوں ڈراموں کو قائم رکھنے پر مجبور کیا۔

ایک مرتبہ برادرم مکرم سید رحمت علی شاہ صاحب آف کوٹلی لوہاراں و بعدہٗ سکھر و کراچی سے کالج کے متعلق بات ہوئی تو انہوں نے بھی فرمایا پروفیسر غنی کسی کو بھی نہیں جانتے۔

چھ سال اسلامیہ کالج لاہور میں پڑھنے کے بعد چار پانچ سال گزر چکے تھے کہ مجھے لاہور جانا پڑا۔ تو وہاں پر برادرم مکرم سیّد مقصود علی شاہ صاحب آف ہوشیارپور بعدہ مانسہرہ بھی لاہور میں مل گئے۔ تو ہم دونوں اپنے کالج کو دیکھنے کی غرض سے وہاں چکر لگانے کو گئے تو دیکھا کہ کھیل کے میدان میں وسیع اور شاندار شامیانہ لگا ہوا تھا معلوم ہوا کہ آج کانووکیشن ہونی ہے چنانچہ ہم دونوں بھی مجمع میں جا بیٹھے تو چیف گیسٹ کے سامنے کھڑے ہو کر پرنسپل ایم اے غنی صاحب نے اپنا ایڈریس پڑھا۔ پڑھنے کا انداز ایسا شاندار تھا کہ ہمیں لطف آ گیا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ پنجاب یونیورسٹی بھر میں پرنسپل ایم اے غنی سے بالاتر کوئی دوسرا نہیں خواہ ڈگری ہولڈرز انگریزوں میں سے ہی کیوں نہ ہو جب کبھی کوئی پرنسپل چلا جاتا تو پروفیسر ایم اے غنی سینئر پروفیسر ہونے کے باعث آفیشیٹنگ پرنسپل ہو جاتے تھے۔

بات مروج تھی۔ کہ پروفیسر لوگ طلباء کی حاضری لیتے وقت صرف ان کے رول نمبر پکارتے تھے اور کبھی نام نہیں پکارتے تھے۔ جب ہم تھرڈ ائیر میں تھے تو ایک ہمارا نیا کلاس فیلو محمد علی انصاری نام کلاس میں موجود تو تھا مگر حاضری پر بول نہ سکا۔ جب کلاس کی حاضری ختم ہوئی تو انصاری نے جا کر پروفیسر غنی سے کہا کہ مہربانی کر کے میری غیر حاضری کاٹ کر حاضری نوٹ کر لیجئے۔ پروفیسر صاحب نے وجہ پوچھی کہ تم نے حاضری کے وقت کیوں جواب نہ دیا؟ انصاری نے انگلش میں عرض کیا کہ میں نیا نیا رندھیر کالج کپورتھلہ سے انٹر پاس کر کے آیا ہوں وہاں پر تو نام پکار کر حاضری لیتے تھے اور یہاں پر رول نمبر پکارے جاتے ہیں۔ اس نئے طریق سے میں مانوس نہیں تھا۔ اس پر پروفیسر صاحب نے کہا! اوہ!!۔ تم رندھیر کالج سے آئے ہو! یہ کہہ کر انصاری کی حاضری لکھ دی۔ میں اس بات کی کھوج میں لگ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

گیا کہ آج ہمارے نظم وضبط کے انتہائی پابند پروفیسر نے اتنی سی بھی رعایت انصاری کی کیوں کردی۔ تو مجھے معلوم ہوا کہ پروفیسر غنی ابتداء میں رندھیر کالج کپورتھلہ میں لیکچرار لگے تھے۔ اپنے اس پرانے کالج اور زمانہ کی یاد میں انصاری کی معقول بات قبول کرلی تھی۔

جب میں سیکنڈ ائر کلاس میں ہوا اور ہم موسم گرما کی تعطیلات پر لاہور سے اپنے اپنے گھروں کو جانے والے تھے تو میں نے پروفیسر غنی کے نام درخواست مختصر سی لکھی کہ مجھے نصف درجن کالج کے پراسپکٹس دیدیئے جائیں میں نئے میٹرک سے آنے والے لڑکوں کو معلومات دے کر کالج میں داخلہ لینے کی ترغیب دوں گا وہ سٹاف روم میں اکیلے بیٹھے تھے۔ میری درخواست پڑھ کر بولے کہ تم کالج کی مدد کرنا چاہتے ہو! اور فوراً آفس کے کلرک کو لکھا کہ نصف درجن پراسپکٹس اسے دیدو۔

جس طرح پروفیسر ایم اے غنی نے ہمارے فرسٹ ائر کلاس ۲۷ء میں داخلہ کے روز ہمیں نصیحت کی تھی اسی طرح پہلے ہی دن پروفیسر یو کرامت نے ہمیں کلاس میں کہا کہ لاہور میں کئی کالجز ہیں۔ جب آپس میں دوست ملتے ہیں تو یہ بات بھی بار بار آپ کے سننے میں آئے گی کہ بہترین کالج کونسا ہے؟ تو آپ یہی کہنا کہ اسلامیہ کالج ہی لاہور کا بہترین کالج ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ یہ آپ کا اپنا کالج ہے۔ پروفیسر کرامت برطانیہ کے پڑھے لکھے بھی تھے اور سکھ سردار فیملی سے اسلام قبول کر کے مسلمان شدہ تھے۔ آپ کے بڑے بھائی سردار حبیب اللہ انگریزوں کے زمانہ میں بڑے سرکاری عہدہ پر فائز تھے۔ ہمیں جو بھی نصیحت کی وہ آپ کی مسلم سپرٹ کو ظاہر کرتی ہے اور اس کا کریڈٹ ان کو دینا چاہیئے۔ وہ بڑے فیشن ایبل تھے۔ اور سوشل بھی بہت تھے مگر اسلامیہ کالج لاہور ہی میں کئی سال تک ابتداء میں لیکچرار رہے برطانیہ میں جاکر پڑھنے والوں کے ناموں میں اکثر فرق آجایا کرتا ہے۔ کیونکہ ہمارے ہاں مشرق میں تو ذاتی یعنی پرسنل نام ضروری ہوتا ہے۔ مگر انگریزوں میں فیملی نام چلتا ہے اور ذاتی نام مقطعات میں چھپ جاتا ہے۔ اس لئے پروفیسر کرامت اللہ نے اپنے نام کرامت کو قائم رکھنے کیلئے یو کو شروع کا حصہ بنالیا تھا اور نام یو کرامت رکھا تھا۔ آپ ڈائریکٹر آف پبلک انسٹرکشن لاہور رہے اور پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر بھی رہے۔ جب کبھی اسلامیہ کالج کا کرکٹ کا میچ گورنمنٹ کالج کے ساتھ ہوتا تو ہمیشہ آپ کو گورنمنٹ کالج کے سٹاف کے شامیانے میں بیٹھا دیکھا گیا۔ شاید یہ بات اس وجہ سے ہو کہ برطانیہ کو تعلیم کے لئے جانے سے پہلے آپ گورنمنٹ کالج لاہور کے طالب علم رہے ہوں۔ ایک مرتبہ پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب پروفیسر آف فلاسفی گورنمنٹ کالج (اور بعدہٗ پرنسپل کالج اور بعدہٗ وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی) نے ۳۱ء میں مجھے بتایا کہ آپ کے اسلامیہ کالج لاہور کے پروفیسر کرامت کی ہمارے گورنمنٹ کالج میں بہت عزت کی جاتی ہے۔ پروفیسر کرامت سپورٹس مینوں کو مشورے بھی دیتے تھے۔ اور خواہ کوئی کسی کالج کا ہو مگر اپنے ذاتی کیریئر میں ترقی کرتے دیکھ کر خوش ہوتے تھے۔

یادِ رفتگاں

امان اللہ امجد — ربوہ

چوہدری غلام احمد صاحب آف گکھڑ منڈی

مورخہ ۳۔ اپریل ۱۹۸۸ء کو میرے تایا جان اور سابق صدر جماعت احمدیہ گکھڑ منڈی ضلع گوجرانوالہ محترم چوہدری غلام احمد صاحب ہارٹ اٹیک سے انتقال کر گئے۔ موصی ہونے کی بناء پر آپ کا جنازہ ربوہ لایا گیا۔ جہاں اگلے دن بعد از نماز فجر مکرم چوہدری مبارک مصلح الدین نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ازاں بعد بہشتی مقبرہ میں میت کی تدفین عمل میں آئی۔ قبر تیار ہونے پر دعا کروائی گئی۔ موصوف کی عمر ۷۶ سال تھی۔

تایا جان حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے رفیق میاں کریم بخش کے گھرانہ میں پیدا ہوئے دینی تعلیم والد صاحب سے حاصل کی۔ آپ کی پوری زندگی تقویٰ و طہارت، اخلاق حسنہ اور نیکی کا درس دینے میں گزری۔ نہایت منکسر المزاج اور درویش صفت بزرگ تھے۔ پابند صوم وصلوٰۃ اور تہجد گزار تھے۔ گکھڑ میں چالیس سال تک بطور امام الصلوٰۃ اپنے فرائض ادا کرتے رہے۔ بحیثیت صدر جماعت آپ پوری جماعت کے لئے ایک شفیق باپ تھے۔ نہایت شفقت سے دوسروں کی تربیت کرتے۔ اکثر وقت دعاؤں میں مصروف رہتے حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ سے بے پناہ عشق تھا۔ دنیا کی لذات سے کنارہ کشی کر کے صرف احمدیت کو اپنی زندگی کا محور بنالیا۔ خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کو ہر لمحہ اپنے قرب میں آگے سے آگے بڑھاتا چلا جائے۔ چار بیٹے اور دو بیٹیاں آپ کی یادگار ہیں۔

اخبارِ احمدیہ

درخواست دُعا

• مکرم محمد سلیم صاحب محلہ دارالعلوم غربی ربوہ کی پوتی عزیزہ رُشدیٰ نعیم نے پونے پانچ سال کی عمر میں قرآن کریم ختم کرلیا ہے۔

• ۱۶، اگست کو عزیز منظور احمد ابن مکرم لطیف احمد صاحب جاوید کی تقریب ختم قرآن منعقد ہوئی۔ عزیز نے چھ سال کی عمر میں قرآن کریم ختم کیا ہے۔

• ساہیوال شہر کے دو بچوں عزیزہ سلمہ رشید بنت مکرم شیخ عبدالرشید صاحب (ایس۔ڈی۔او) اور عزیز عطاء الحبیب ابن مکرم حمید اللہ خان صاحب مربی سلسلہ کے ختم قرآن کی خوشی میں بیت الاحمدیہ میں ایک تقریب ہوئی جس میں ان بچوں نے کلام پاک پڑھ کر سنایا۔ احباب نے بچوں کو تحائف اور انعامات دیئے اور حاضرین میں مٹھائی تقسیم کی گئی۔

احباب دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان سب بچوں کو نورِ قرآن سے منور فرمائے۔

سانحہ ارتحال

میرے داماد عزیزم محمد اعظم بھٹی ابن مکرم محمد اسلم صاحب بھٹی آف چک لالہ ضلع سیالکوٹ طویل علالت کے بعد بقضائے الٰہی مورخہ یکم اگست ۱۹۸۹ء بروز منگل میو ہسپتال لاہور میں وفات پا گئے ہیں۔

موصوف پیدائشی احمدی تھے دین کے کاموں میں بڑے جوش سے شامل ہوتے۔ ان کی نماز جنازہ میں کثرت سے احباب جماعت نے شرکت کی۔ ۲۔ اگست کو تدفین عمل میں آئی۔ موصوف کی شادی اسی سال ۲۰ فروری ۱۹۸۹ء بروز پیر ہوئی تھی۔

ہم جماعت احمدیہ خانیوال کے احباب کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے اس موقع پر ہماری تعزیت فرمائی۔ اسی طرح جماعت احمدیہ شالامار ٹاؤن لاہور کے بھی شکر گزار ہیں کہ انہوں نے ضرورت پڑنے پر فوراً خون کے عطیہ کا انتظام کیا۔ اور تیمارداری بھی کرتے رہے۔

احباب جماعت سے درخواست دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے۔ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

نصیر احمد صدر جماعت احمدیہ 91-A/15-R محمود آباد ضلع خانیوال

• مکرم رانا غلام مصطفیٰ صاحب مسعود متعلم جامعہ احمدیہ کی نانی جان محترمہ عزیزہ بی بی صاحبہ مورخہ ۱۰، ستمبر بروز اتوار گھسیٹ پورہ میں وفات پاگئی ہیں۔ موصوفہ تقریباً چھ ماہ سے شدید بیمار تھیں۔

احباب دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انکے درجات بلند فرمائے۔

• مکرم میاں مشتاق احمد صاحب آف وزیر آباد مورخہ ۵، ستمبر ۸۹ء کو شیخ زید ہسپتال لاہور میں وفات پا گئے۔ آپ موصی تھے۔ جنازہ اگلے روز ربوہ لایا گیا۔ جہاں مکرم مولانا دوست محمد صاحب شاہد نے بعد نماز مغرب بیت المبارک میں نماز جنازہ پڑھائی۔ بعد ازاں بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔

احباب دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی آغوش رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کا خود کفیل اور حافظ و ناصر ہو۔

• محترمہ عائشہ بی بی صاحبہ اہلیہ مکرم محمد دین صاحب آف کوٹلی آزاد کشمیر ۲۸، ۲۹، اگست کی درمیانی شب کو پچاسی سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔

طلباء کے کوائف بھجوائیں

جماعتوں کو طلباء کے کوائف فارم بھجوائے جا رہے ہیں۔ یہ فارم جلد از جلد پُر کر کے نظارت تعلیم کو واپس بھجوائے جائیں۔

(نظارت تعلیم)

کیا آپ اپنے بچوں کو الفضل پڑھنے کی ترغیب دیتے ہیں؟

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہماری اصل بناء قادر خدا سے تعلق جوڑنے پر ہے

ارشادات حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع)

حضور نے فرمایا:

حضرت بانیٔ سلسلہ کی دعاؤں میں بھی جہاں قادر کا ذکر ہے وہاں بہت وسیع مضمون ملتا ہے۔ آپ کو اپنے غلبہ کے لئے ایک ذرہ بھی اپنی ذات یا اپنے وسائل پر بھروسہ نہیں تھا۔ اسباب بھی خدا کی تقدیر کا حصہ ہیں اس سے روگردانی تکبّر کا حصہ ہیں لیکن غلبہ جو ملے گا وہ تعلق الٰہی کا جلوہ ہوگا۔ اصل بناء دُعا پر ہے ...

ہم اسباب بھی اختیار کریں گے لیکن اصل بناء ہماری قادر خدا سے تعلق جوڑنے پر ہے۔ اسباب کے بندے تو اس کثرت سے ہیں کہ اسباب کے مقابل پر اسباب کے ذریعے ہم غالب نہیں آسکتے۔ اس لئے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے دعائیں کیں بھی اور دعائیں سکھائیں بھی اور اللہ تعالیٰ نے ان دعاؤں کو قبول بھی فرمایا۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ تدبیر بھی دو معنی رکھتی ہے ایک وہ تدبیر جو خدا تعالےٰ کی تقدیر کے تابع ہوتی ہے اور عموماً ایسی تدبیر کامیاب ہوتی ہے سوائے اس کے کہ خدا تعالےٰ کی کسی غالب تقدیر سے ٹکرا جائے۔ دوسری وہ تدبیر ہے جو اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو بدلنے کے لئے کی جاتی ہے۔ وہ لازماً ہر صورت میں ناکام ہوتی ہے

میں احمدیوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ حضرت بانیٔ سلسلہ کے رنگ میں رنگین ہو کر سب سے پہلے اپنے قادر خدا سے تعلق جوڑیں اس کی قدرتوں پر کامل ایمان رکھیں۔ توکّل کے اعلےٰ مقام کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ رعائت اسباب ضرور کریں کیونکہ یہ لازم ہے۔ مگر رعائت اسباب پر بھروسہ نہ کریں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۰ر جنوری ۱۹۸۶ء بیت الفضل لندن)

جب تین شخص بیٹھے ہوں۔ تو تیسرے کو چھوڑ کر دو آپس میں سرگوشی نہ کریں کیونکہ اس سے وہ آزردہ ہو جائے گا۔

رابطہ کیجئے
بیرونی ممالک سے آمدہ سامان کسٹم سے چھڑانے کیلئے

A. SATTAR AND Co

اے ستّار اینڈ کمپنی

کسٹم کلیرنس ایجنٹ ۔ اسلام آباد ایئرپورٹ

پوسٹل ایڈریس

پوسٹ بکس نمبر ۲۴۸۰ اسلام آباد

پروپرائیٹر: عبدالستّار علیم

حضرت حکیم نظام جان کے
مشہور دواخانہ
پر
حکیم عبدالحمید اعوان

ہر ماہ کی ۵۔ ۶۔ ۷ تاریخ کو اقصیٰ چوک (نزد لیٹر بکس) ربوہ میں حاضر ہوتے ہیں۔
خواتین کے لئے معائنہ کا مستقل طور پر انتظام ہے

مینجر مشہور دواخانہ فون ۹۰۶
نزد لیٹر بکس اقصیٰ چوک۔ ربوہ

خبریں

● امریکی سینٹ کی اخراجات کمیٹی نے پاکستان کے ایٹمی پروگرام پر تشویش ظاہر کی ہے۔ کمیٹی نے پاکستان کی طرف سے درمیانی فاصلے کی میزائلوں کی تیاری پر بھی تشویش ظاہر کی ہے۔

● تعلیم کی وزیر مملکت بیگم شہناز وزیر علی نے پنجاب کی حکومت پر الزام لگایا ہے کہ اس نے تعلیم کے لئے مختص کروڑوں روپے تعلیم پر خرچ نہیں کئے۔

● جماعت اسلامی کے امیر قاضی حسین احمد نے کہا ہے کہ طلبہ ہوسٹلوں کو براہ راست پولیس کی تحویل میں دیا جائے غیر متعلق افراد کو ہوسٹلوں سے نکالا جائے اور حکومتی اراکین ایم ایس ایف کی سرپرستی نہ کریں۔ انہوں نے کہا کہ اگر ان تجاویز پر عمل نہ کیا گیا تو اسلامی جمہوری اتحاد کا مستقبل مخدوش ہو جائیگا۔

● باخبر ذرائع کے مطابق پاکستان میں مقیم افغان مہاجرین کی واپسی اور افغانستان میں حکومت کے قیام کے سلسلے میں اہم پیش رفت ہو رہی ہے اور اکتوبر کے پہلے ہفتے میں اس بارے میں اہم اعلان متوقع ہے۔ خیال ظاہر کیا جا رہا ہے کہ افغان مسئلہ پر روسی مؤقف اب تبدیل ہو جائے گا جس سے مسئلے کے حل میں مدد ملے گی۔

● برطانوی اخبار انڈی پنڈنٹ نے لکھا ہے کہ برّی فوج کے سربراہ جنرل مرزا اسلم بیگ کی بریفنگ اس بات کی نشاندھی کرتی ہے کہ پاکستان کے معاملات کی باگ ڈور فوج کے ہاتھ میں ہے۔ جنرل بیگ کا یہ بیان اپوزیشن کے لئے ایک دھچکے کی حیثیت رکھتا ہے۔

● صوبہ سرحد کے سابق گورنر اور سابق وزیر اعلیٰ جنرل فضل حق نے کہا ہے کہ میرے نصف ساتھیوں نے اپنی وفاداریاں تبدیل کر لی ہیں۔

● پنجاب کے وزیر اعلیٰ نواز شریف نے کہا ہے کہ مرکز سے محاذ آرائی کے خاتمہ کا کوئی امکان نہیں کچھ بھی ہو سکتا ہے انہوں نے الزام لگایا کہ حالات خراب کرنے کی ذمہ دار پیپلز پارٹی ہے۔ اگر پیپلز پارٹی اپنے ہتھکنڈے چھوڑ دے تو ۲۴ گھنٹے میں سب کچھ ٹھیک ہو سکتا ہے۔

● سانگھڑ ہل میں گورنمنٹ ڈگری کالج کے طلباء اور ڈرائیوروں کے درمیان تنازعہ ہو گیا ہے۔ فریقین میں فائرنگ ہوئی دو طالب علم زخمی ہو گئے۔ اسی طرح بھالیہ میں لیکچرار کے تبادلے پر ہنگامہ ہو گیا طلباء نے ٹریفک بلاک کر دی۔

● قومی اسمبلی کے سپیکر ملک معراج خالد نے کہا ہے کہ انہیں پیپلز پارٹی کے ارکان کی علیحدہ نشستوں کے بارے میں کوئی درخواست نہیں ملی۔

● ایم کیو ایم نے مطالبہ کیا ہے۔ کہ پیپلز پارٹی اپنے وفاقی وزیر تعلیم کو تبدیل کر دے کیونکہ انہوں نے مہاجروں کو پاکستانی بننے کی بجائے سندھی بننے کا مشورہ دیا ہے۔

● نوبل انعام یافتہ پاکستانی سائنسدان نے امریکہ اور دوسرے ترقی پذیر ممالک سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ ترقی پذیر ملکوں کو ٹیکنالوجی کی فراہمی میں پہل کریں اور ان ملکوں کو دی جانے والی امداد میں دس فیصد ٹیکنالوجی کا لازمی حصہ شامل کریں۔ پروفیسر سلام نے کہا کہ پاکستان میں سائنس اور تعلیم دونوں کی صورت حال انتہائی خراب ہے۔